بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

مئی 2012ء

جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 5

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

53, Melrose Road, London, SW18 1LX

فون: 020 8877 5510 فیکس: 020 8877 9987

ای میل: ticassociation@gmail.com

مدیر: مقصود الحق

نائب مدیر: مبارک احمد صدیقی

منیجر: سید نصیر احمد

فرمان الٰہی

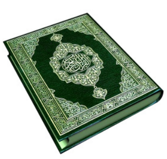

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر جو وہ خرچ کرتے ہیں اس کا احسان جتاتے ہوئے یا تکلیف دیتے ہوئے پیچھا نہیں کرتے ہیں، اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے اور اُن پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔ اچھی بات کہنا اور معاف کردینا زیادہ بہتر ہے ایسے صدقہ سے کہ کوئی آزار اس کے پیچھے آرہا ہو۔ اور اللہ بے نیاز (اور) بردبار ہے۔

(سورۃ البقرۃ آیات 263-264)

حدیثِ نبویؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور جنت کے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دور ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے لیکن دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ ان پڑھ سخی بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ نمبر 700)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

احسان کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے متنبہ کرنے کے لئے فرمایا ہے:

لَاتُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی

یعنی اے احسان کرنے والو! اپنے صدقات کو جن کی صدق پر بناء چاہیئے۔ احسان یاد دلانے اور دکھ دینے کے ساتھ برباد مت کرو یعنی صدقہ کا لفظ صدق سے مشتق ہے پس اگر دل میں صدق اور اخلاص نہ رہے تو وہ صدقہ صدقہ نہیں رہتا۔ بلکہ ایک ریاکاری کی حرکت ہوتی ہے۔ غرض احسان کرنے والے میں یہ ایک خامی ہوتی ہے کہ کبھی غصہ میں آکر اپنا احسان بھی یاد دلا دیتا ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کو ڈرایا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ نمبر 354)

ڈگری سے طالب علم کی عزت نہیں ہوتی

تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یونیورسٹیاں اتنا طالب علم کو نہیں بناتیں جتنا طالب علم یونیورسٹیوں کو بناتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لو کہ ڈگری سے طالب علم کی عزت نہیں ہوتی ہے۔ پس تمہیں اپنے پیمانۂ علم کو درست رکھنے بلکہ اس کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے اور اپنے کالج کی تعلیم کو اپنی عمر کا پھل نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ اپنے علم کی کھیتی کا بیج تصور کرنا چاہیئے اور تمام ذرائع سے کام لیکر اس بیج کو زیادہ سے زیادہ بارآور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے تاکہ اس کوشش کے نتیجے میں ان ڈگریوں کی عزت بڑھے جو تم آج حاصل کررہے ہو اور تمہاری قوم تم پر فخر کرے"۔

(ارشاد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 25 جنوری 2008)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

☆ فائدہ تو تبھی ہے جب کسی مقصد کو پُورا کرنے کے لئے آپ اس ایسوسی ایشن کو ذریعہ بنائیں۔

☆ نیکیوں کی جاگ لگانا بھی ایسوسی ایشن کا کام ہونا چاہیئے۔

☆ اپنی ایسوسی ایشن کو آرگنائز کر کے منصوبہ بندی کریں کہ کس حد تک آپ پاکستان کے غریب احمدی طلباء کی مدد کر سکتے ہیں۔

☆ اللہ کرے کہ یہ ایسوسی ایشن پہلے سے بڑھ کر فعال ہو اور اپنا کردار ادا کرنے کی طرف توجہ دینے والی ہو۔

☆ میں سمجھتا ہوں کہ ایسوسی ایشن اگر اپنے ممبران سے مستقل رابطہ رکھے اور ممبران خود بھی ایک جذبہ کے تحت اپنی اس درسگاہ کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو احمدی بچوں کیلئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

(الفضل ربوہ 13 اگست 2011)

حاصل مطالعہ

”خدا نہ بننا“

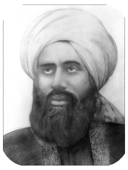

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:۔

”میں جب بھوپال سے رخصت ہونے لگا تو اپنے استاد مولوی عبدالقیوم صاحب کی خدمت میں رخصتی ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔سینکڑوں آدمی بطریق مشایعت میرے ہمراہ تھے۔جن میں اکثر علماء اور معزز طبقہ کے آدمی تھے۔میں نے مولوی صاحب سے عرض کی کہ مجھ کو کوئی ایسی بات بتائیں جس سے میں خوش رہوں۔فرمایا کہ:

”خدا نہ بننا اور رسول نہ بننا“

میں نے عرض کیا کہ حضرت! میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اور یہ بڑے بڑے عالم موجود ہیں غالباً یہ بھی نہ سمجھے ہوں گے۔سب نے کہا ہاں ہم بھی نہیں سمجھے۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم خدا کس کو کہتے ہو۔میری زبان سے نکلا کہ خدا تعالیٰ کی ایک صفت فعال لما یرید ہے۔وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔فرمایا کہ بس ہمارا مطلب اسی سے ہے۔یعنی تمہاری کوئی خواہش ہو اور وہ پوری نہ ہو تو تم اپنے نفس سے کہو کہ میاں! تم کوئی خدا ہو۔رسول کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آتا ہے وہ یقین کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی سے لوگ جہنم میں جائیں گے۔اس لئے اس کو بہت رنج ہوتا ہے۔تمہارا فتویٰ اگر کوئی نہ مانے تو وہ یقینی جہنمی تھوڑا ہی ہوسکتا ہے۔لہٰذا تم کو اس کا رنج نہ ہونا چاہیئے۔حضرت مولوی صاحب کے اس نکتہ نے اب تک مجھ کو بڑی راحت پہنچائی۔فجزاھم اللہ تعالیٰ۔ (حیات نور صفحہ 49-48)

ولی اللہ بن گئے

مکرم خان بہادر سعد اللہ خان صاحب 1911ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے دست مبارک پر داخل احمدیت ہوئے۔وہ تبدیلی اختیار کی کہ آپ ولی اللہ بن گئے۔ایک دفعہ مالاکنڈ کے قدیمی دوست قاضی محمد احمد جان صاحب جو احمدیت کے مخالف تھے اور قابل عبرت سزا پا چکے تھے چند اور افسر ساتھ لے کر خان بہادر موصوف کے پاس بطور جرگہ آئے۔اور کہا کہ خان صاحب ہم کو یہ سن کر کہ آپ احمدی ہوئے ہیں سخت صدمہ اور افسوس ہوا ہے۔کیا اچھا ہوگا اگر آپ پھر توبہ کرلیں۔خان بہادر صاحب نے جواب دیا کہ جب میں آپ کی طرح تھا تو آپ کو معلوم ہے کہ آپ صاحبان کی مہربانی سے نہ نماز پڑھتا تھا، نہ تہجد نہ قرآن کریم سے کوئی واقفیت یا تعلق تھا سارا دن تاش اور شطرنج میں گزرتا اور لڑکے آکر ناچتے۔خدا بھلا کرے ہمارے مولوی مظفر احمد صاحب کا، جن کے نیک نصائح اور پاک صحبت نے اس گندی زندگی سے بیزار کرا کر پابند نماز و تہجد کیا۔اور درس قرآن کا شوق دلایا۔اگر دین یہ نہیں جو احمدیت کے ذریعے حاصل ہوا اور وہ تھا جو میں آپ لوگوں کی رفاقت میں اختیار کر چکا تھا۔تو مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔اس پر وہ لوگ شرمندہ ہوئے اور اُٹھ کر چلے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 406)

المنار نیوز لائن

جملہ ممبران اس بات سے ضرور واقف ہوں گے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریک فرمائی ہے کہ پاکستان کے مستحق اور نادار احمدی طلبہ کی دل کھول کر مالی مدد کی جائے اور سب ممبران ایسوسی ایشن اس تعلق میں اپنا کردار بھرپور طور پر ادا کریں۔

سال گذشتہ 2011ء میں ایسوسی ایشن کے ممبران کی طرف سے ایک، ایک لاکھ روپئے کے برابر رقوم کی دو ادائگیاں اس مد میں کی گئی تھیں۔اب امسال 2012ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کار خیر میں مبلغ دو لاکھ روپئے کے برابر رقم مزید ادا کر دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید کی توفیق دے۔آمین

❁❁

”مجلس علم وعمل“ کے نام سے ایک علمی اور ادبی مجلس کا قیام عمل میں آچکا ہے۔اس مجلس کے اجلاس انشاءاللہ مئی 2012ء سے شروع ہوکر ہر ماہ منعقد ہوا کریں گے۔ علمی مقالہ جات، شعروشاعری اور ہلکی پھلکی گفتگو اور تبادلۂ خیالات کی اس مجلس میں سب ممبران کو مدعو کیا جائے گا۔مزید معلومات کے لئے مبارک احمد صدیقی صاحب سے رابطہ فرمائیں۔

❁❁

ایسوسی ایشن کے ممبران نے گذشتہ دنوں لندن میں ہونے والے پہلے سالانہ والی بال ٹورنامنٹ میں شرکت کی۔اس کا اہتمام جماعت کی مجلس صحت کے تحت کیا گیا۔ممبران کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ جب ایسوسی ایشن کے سابق طلبہ اور اراکین مجلس عاملہ برطانیہ کے درمیان اس ٹورنامنٹ کے دوران ایک نمائشی میچ ہوا تو تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ نے 18 کے مقابلہ پر 25 پوائنٹ سے یہ دلچسپ مقابلہ جیت لیا۔ٹیم کے جملہ ممبران کو بہت بہت مبارک ہو۔

تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ کی ٹیم حسب ذیل کھلاڑیوں پر مشتمل تھی:

مرزا عبدالباسط صاحب، ظہیر احمد جتوئی صاحب، رانا عرفان شہزاد صاحب، قریشی ضیاء الحق صاحب، مرزا حفیظ احمد صاحب، جاوید اقبال صاحب، سمیر نوید صاحب، عثمان احمد اٹھوال صاحب، عبدالرحمن صاحب۔

عالمی شہرت یافتہ شہر آکسفورڈ کا ایک معلوماتی وزٹ عنقریب ہونے والا ہے۔دلچسپی رکھنے والے ممبران جلد رابطہ فرمائیں۔

❁❁

یادوں کے دریچے

ریزولیوشن درست نہیں

چوہدری محمد علی صاحب

1953ء کے فسادات کے بعد کی بات ہے۔ ابھی مارشل لاء ذرا نرم شکل میں نافذ تھا۔ وائی. ایم. سی. اے میں روئنگ ایسوسی ایشن کی انتظامیہ کا اجلاس ہوا۔ مکرم پروفیسر اشفاق علی خان صدر تھے۔ آرمی کی طرف سے خود جنرل محمد اعظم صاحب شامل ہوئے۔ عاجز بھی رکن تھا۔ زیر بحث معاملہ یہ تھا کہ ریلوے کی خواتین کی کشتی رانی کی ایک کلب کی طرف سے جو ایسوسی ایشن سے ملحق تھی یہ شکایت کی گئی کہ کالجوں کے طلباء انہیں تنگ کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ تعداد میں ہمارے ہی کالج کے طلباء وہاں جاتے تھے کیونکہ ہمارے پاس کھیل کا کوئی اور میدان نہیں تھا۔ جب کوائف سامنے آئے تو پتہ چلا کہ طلباء بہت بیہودگیاں کرتے ہیں۔ اس پر جنرل صاحب بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اگر ایسی غنڈہ گردی جاری رہی تو ہم اپنا الحاق واپس لے لیں گے۔ اس پر ایک بہت سخت قسم کا ریزولیوشن پاس ہوا اور تمام کالجوں کے پرنسپلوں کو تنبیہہ کی گئی کہ اب کوئی ایسا واقعہ ہوا تو وہ ذاتی طور پر ذمہ دار سمجھے جائیں گے۔ اور سخت کاروائی کی جائے گی۔ جب ریزولیوشن پاس ہو گیا تو خواتین کی کلب کی نمائندہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ ریزولیشن درست نہیں۔ سب نے یہی سمجھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کافی نہیں لیکن انہوں نے کہا کہ اس میں ایک ترمیم ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس ریزولیوشن میں سے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کا نام نکال دیا جائے۔ کیونکہ ہمیں اس کالج کے طلباء سے کوئی شکایت نہیں۔ چنانچہ اس کے مطابق ترمیم کی گئی اور اس ترمیم کے متعلق بعض اراکین نے حضورؒ کی تعریف میں بھی کلمات کہے کہ وہ خود دریا پر تشریف لے جاتے ہیں (اور اپنے کالج کے طلباء کو ڈسپلن اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا درس دیتے ہیں) (ماہنامہ مصباح جون جولائی 2008ء)

ماش کی دال اور گرما گرم تندوری روٹیاں

منور احمد نمی

1957 سے 1961 تک تعلیم الاسلام کالج میں عرصۂ طالب علمی کو اپنی زندگی کے بہترین یادگاری سال کہنا غلط نہ ہوگا۔ ربوہ کی مقدس بستی، اس کا پاکیزہ ماحول، مثالی تعلیم وتربیت، سکول اور کالج کے ساتھی اور وہاں کی کھیلیں کبھی نہ بھولیں گی۔ خاص طور پر ''میر وڈبے'' میں میرا شمار اچھے کھلاڑیوں میں ہوا کرتا تھا۔ جب ساری ٹیم میرو ڈبے کے دائرے میں قید ہو جاتی تو اُس وقت پُوری طاقت سے ربڑ کی گیند کو لگائی ہوئی میری زوردار Hit ان قید ہو جانے والے کھلاڑیوں کو رہائی دلایا کرتی تھی۔ کوئی مجھے قرار دے یا نہ دے مین آف دی میچ ہونے کا سہرا خیالوں ہی خیالوں میں میرے ہی سر سجا کرتا تھا۔

جب میں ٹی آئی کالج ربوہ میں داخل ہوا تو دیگر طالب علموں کے برعکس میرے لئے یہ کالج اجنبی اور غیر مانوس نہ تھا اور وہ یوں کہ فضلِ عمر ہوسٹل کے مکینوں میں میرے بہت سے دوست بھی شامل تھے اور سکول کے زمانے سے ہی میرا وہاں آنا جانا لگا ہوا تھا۔ ہوسٹل کے دوستوں کے علاوہ وہاں کی ماش کی دال اور گوشت کے ساتھ گرما گرم تندوری روٹیوں کا چسکا بھی مجھے وہاں کھینچ لیجایا کرتا تھا۔ گویا ٹی آئی کالج میں میرا داخلہ تو بعد میں ہوا مگر اس کا سٹوڈنٹس ہوسٹل میں اس سے بہت پہلے ہی جائن کر چکا تھا۔ اُس وقت کی بہت سی یادیں اب تک میری یادداشت میں محفوظ ہیں۔

وہ معیار کسی دوسرے تعلیمی ادارے میں نظر نہیں آتا

(پروفیسر عزیز احمد طاہر)

ستمبر 1962ء کو خاکسار کی تعیناتی بطور لیکچرار اکنامکس تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ہوئی۔

ٹائم ٹیبل کے مطابق مجھے انٹرمیڈیٹ اور ڈگری کی چار کلاسز دی گئیں۔ بی اے آنرز کے دو پیریڈ میرے سینئر پروفیسر مکرم ظفر احمد وینس صاحب کے سپرد تھے۔ آپ زمانہ طالب علمی میں میرے استاد بھی رہ چکے تھے۔ غالباً 1963 میں آپ پی ایچ ڈی کرنے کیلئے انگلستان جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے اس لئے بعض اوقات ان کے دو پیریڈ بھی خاکسار لے لیتا۔ مکرم ظفر احمد وینس ایک قابل اور لائق استاد تھے اور تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ انہی کی حوصلہ افزائی کی بدولت مجھے معاشیات کے مضمون میں دلچسپی پیدا ہوئی اور میں نے تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ بی اے آنرز میں صرف دو طالب علم تھے ایک مکرم عنایت اللہ منگلا صاحب اور دوسرے مکرم رشید احمد جاوید صاحب۔ دونوں ہی طالب علم بے حد محنتی تھے۔ مکرم رشید احمد صاحب جاوید نے ای اے کرنے کے بعد سٹیٹ بنک آف پاکستان میں ملازمت اختیار کر لی۔

طلباء بہت محنتی اور فرمانبردار ہوتے تھے۔ تعلیم الاسلام کالج میں جہاں تدریس کا معیار بہت بلند تھا وہاں ڈسپلن کا معیار بھی بہت اعلیٰ تھا۔ لوگ اپنے بچوں کو تعلیم کیلئے دور دراز سے اس ادارے میں بھجواتے۔ مشاعروں اور بین الکلیاتی تقریری مقابلوں کا جو معیار اس وقت تھا آج وہ معیار کسی دوسرے تعلیمی ادارے میں نظر نہیں آتا۔ (الفضل 28 جنوری 2011ء)

پروفیسر عبدالرشید غنی

محمد شریف خان صاحب

عبدالرشید غنی صاحب

میں نے جب استاد کے طور پر 1963 میں تعلیم الاسلام کالج جائن کیا تو پروفیسر رشید صاحب پشاور یونیورسٹی سے حساب میں ایم ایس سی کر کے آ چکے تھے۔ "انبالوی کی بجائے "غنی" کا خوبصورت تخلص آپ کے نام کا حصّہ بن چکا تھا۔ چہرے پر کھیلتی ہوئی پُر کیف مسکراہٹ مزید نکھر آئی تھی۔ اب Colleague ہونے کے ناطے سٹاف روم میں اکثر ہونے والی ملاقات سے آپ کی وسعتِ قلبی، معمولاتِ زندگی اور دیگر اوصاف سے زیادہ آگاہی ہونے لگی۔

پہلے شاگردی اور پھر بعد ازاں ساتھ پڑھانے کے عرصے کے دوران جلسہ سالانہ کے موقعے پر مہمان نوازی کی ڈیوٹی بھی آپ کی ہمراہی میں دینے کا موقع ملتا رہا۔ ڈیوٹی پر لیٹ آنے والوں کو سرزنش بھی کرتے تو مسکرا کر محبت کے ساتھ۔ ہر کوئی آپ سے بلا جھجک بات کر لیتا۔ کبھی کسی بات کا برا نہ مناتے۔

آپ 1934 کو امیر جماعت انبالہ مکرم بابو عبدالغنی صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ پارٹیشن کے بعد یہ گھرانہ لودھراں میں شفٹ ہو گیا۔ والد کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے بہن بھائیوں نے آپ ہی کی سرپرستی اور رہبری میں تعلیم حاصل کی۔

کالج میں پڑھانے کے علاوہ پروفیسر رشید غنی صاحب نے وائس پرنسپل سے لیکر رجسٹرار، کنٹرولر امتحانات، نگران لائبریری اور انچارج ہاکی ٹیم تمام ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے ادا کیں۔ آپ کا علمی ذوق وسیع تھا۔ وراثت کے متعلق اسلامی قوانین پر آپ کا مبسوط مقالہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی طرف سے انعام کا مستحق ٹھہرا۔

ہماری تاریخ

تعلیم الاسلام کالج کا اِفتتاح

مدرسہ تعلیم الاسلام جس کا آغاز یکم جنوری 1898ء کو پرائمری سکول سے ہوا تھا فروری 1900 میں ہائی سکول بنا۔ اس کے تین سال بعد ترقی دے کر کالج بنا دیا گیا جو ''تعلیم الاسلام کالج'' کے نام سے موسوم ہوا۔

''تعلیم الاسلام کالج'' کا افتتاح 15 مئی 1903ء کو قرار پایا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ناسازیٔ طبع کے باعث 28 مئی 1903ء کی تاریخ مقرر کی گئی۔ یہ موجودہ دُنیا میں غالباً پہلا کالج تھا جس کی افتتاحی تقریب ہر قسم کی عرفی رسومات سے بالکل منزہ تھی۔ اس موقعہ پر اگر کالج کی طرف سے حکام کو دعوت دی جاتی تو وہ ضرور شریک ہوتے۔ مگر ایک ایسے مذہبی کالج کے افتتاح پر جس کے قیام کی واحد غرض اسلامی عظمت اور مذہبی تعلیم کی اشاعت ہے۔ حُکام کی شمولیت محض تکلف سمجھی گئی چنانچہ نہ اس میں دعوت کے کارڈ جاری ہوئے نہ اس میں کسی پارٹی کا اہتمام کیا گیا بلکہ سیدھے سادھے طریق پر محض دعا کیلئے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا۔

28 مئی 1903 کو صبح ساڑھے چھ بجے کے بعد احاطہ سکول میں بورڈنگ ہاؤس اور اس کے درمیانی میدان میں ایک شامیانہ نصب کیا گیا۔ شامیانہ کے نیچے شمالی جانب ایک عارضی چبوترہ بنایا گیا جس پر اراکین مدرسہ اور دوسرے معززین کیلئے کرسیاں بچھائی گئیں اور جنوبی طرف ایک میز رکھی گئی۔ میز پر دائیں جانب قرآن کریم اور بائیں جانب کرۂ ارض (گلوب) رکھا تھا۔ میز کے سامنے طالبعلموں کی ورزش کیلئے ایک ستون قائم کیا گیا۔

جلسہ کی اصل غرض تو صرف یہ تھی کہ حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قدم رنجہ فرما کر دعا کریں اور اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد بھی فرمائیں اور اسی لئے پہلے ہی یہ جلسہ ملتوی کر دیا گیا تھا مگر افسوس اس روز بھی حضورؑ خرابی صحت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور اپنی طرف سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو اپنا پیغام دے کر بھجوایا۔ چنانچہ عین اس وقت جبکہ سب کی نظریں دروازے کی طرف اپنے محبوب آقا کے استقبال کیلئے لگی ہوئی تھیں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے کھڑے ہو کر حضرت اقدسؑ کا پیغام سنایا۔ اور یہی پیغام جلسہ کی افتتاحی تقریر کہنا چاہیئے۔ انہوں نے فرمایا ''حضرت اقدسؑ نے مجھے ایک پیغام دے کر روانہ کیا ہے۔ میں نے خلیفۃ اللہ علیہ السلام کی خدمت میں تشریف آوری کے واسطے عرض کی تھی آپ نے فرمایا کہ میں اِس وقت بیمار ہوں حتیٰ کہ چلنے سے بھی معذور ہوں لیکن وہاں حاضر ہونے سے بہت بہتر کام یہاں کرسکتا ہوں کہ اُدھر جس وقت افتتاح کا جلسہ ہوگا میں بیت الدّعا میں جا کر دُعا کروں گا۔ یہ کلمہ اور وعدہ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کا بہت خوشکن اور اُمید دلانے والا ہے۔ اگر آپ خود تشریف لاتے تو بھی باعث برکت تھا اور اگر اب نہیں لائے تو دعا فرماویں گے اور یہ بھی خیر و برکت کا موجب ہوگی'' حضرت مولوی صاحبؓ اِس قدر تقریر فرما کر کرسی پر بیٹھ گئے۔

پھر حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ کی صدارت میں جلسہ کی باضابطہ کاروائی شروع ہوئی۔ اوّل تعلیم الاسلام کالج کے ڈائریکٹر حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے مختصر سی تقریر فرمائی جس میں بتایا کہ سکول نے جو فوق العادت ترقی کی ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے تاہم ظاہری اسباب کے لحاظ سے طلبہ، اُن کے والدین اور دوسرے احباب کو اس کی مالی اعانت میں ضرور حصہ لینا چاہیئے۔ حضرت نواب صاحبؓ کے بعد حضرت حکیم الامُت نے نہایت لطیف اور باموقع اور برجستہ صدارتی خطاب فرمایا۔ چنانچہ آپ نے میز پر رکھے ہوئے قرآن مجید اور کرۂ ارض نیز سائبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ تم کو اس قُربِ الٰہی کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس سے عرب کی نابود ہستی بود ہو کر نظر آئی وہ ذریعہ قرآن کریم ہے کہ جس سے اِس کُرہ پر اُن کو حکمرانی حاصل ہوئی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی اصل جڑھ یہ تھی کہ فضلِ الٰہی کا سائبان بھی اُن پر تھا۔ کالج کی اصل غرض یہی ہے کہ دینی و دنیوی تربیت ہو مگر اوّل فضل کا سایہ ہو پھر کتاب پر دستور العمل ہو۔ اس کے بعد دیکھو کہ کیا کامیابی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے کہ فضلِ خدا کا سایہ تم پر ہو۔ اس کی کتاب دستورالعمل ہو۔ کُرۂ زمین پر عزّت سے زندگی بسر کرو۔

حضرت حکیم الاُمّت کی اس تقریر کے بعد مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب نے نظمیں پڑھیں۔ بعد ازاں دعا پر یہ افتتاحی رسم ختم ہوئی۔ جلسہ کے بعد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں جلسہ کا میابی سے اختتام پذیر ہونے کی اطلاع دی تو حضور نے جواباً تحریر فرمایا کہ:۔

'' رات سے مجھ کو دل کے مقام پر درد ہوتی تھی اس لئے حاضر نہیں ہوسکا۔ لیکن میں نے اسی حالت میں بیت الدّعا میں نماز میں اس کالج کیلئے بہت دُعا کی۔ غالباً آپ کا وہ وقت اور میری دعاؤں کا وقت ایک ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ قبول فرماوے''۔

کالج کا اسٹاف

۱۔حضرت مولوی شیر علی صاحب (پرنسپل و پروفیسر انگریزی)۔ ۲۔حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب (منیجر و پروفیسر منطق و سپرنٹنڈنٹ) ۳۔حضرت حکیم مولوی عبیداللہ صاحب بسملؔ (پروفیسر فارسی) ۴۔حضرت حکیم الاُمت مولوی نورالدین صاحب (پروفیسر دینیات) ۵۔حضرت مولوی عبد الکریم صاحب (پروفیسر ادب عربی) ۶۔مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔(پروفیسر ریاضی)

مؤخر الذکر تینوں اصحاب محض آنریری طور پر یہ خدمت سرانجام دیتے تھے۔ (کالج میں تاریخ کا مضمون بھی تھا مگر اس کے پروفیسر کون تھے اس کا علم نہیں ہوسکا)۔ کالج کے ڈائریکٹر: جیسا کہ اُوپر ذکر آچکا ہے حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کالج کے ڈائریکٹر تھے جن کا قریباً سارا وقت کالج کے لئے وقف تھا۔ آپ سکول کے علاوہ کالج کو بھی گرانقدر عطیہ دیتے تھے بلکہ کالج کی بہت سی ضروریات کے کفیل آپ ہی تھے۔

ابتدائی طلبہ

کالج کے بعض ابتدائی طلبہ کے نام یہ ہیں (حافظ صوفی) غلام محمدؐ صاحب (مبلغ ماریشس) ڈاکٹر غلام محمدؐ صاحب (ایم بی بی ایس، لاہور) غیر مبائع شیخ عالم دین صاحب (بی اے ایل ایل بی شیخوپورہ۔ غیر مبائع) مولوی محمدؐ الدین صاحب (حال صدر، صدر انجمن احمدیہ ربوہ) نے بھی چند روز تک اِس ادارہ میں پرائیویٹ طور پر تعلیم حاصل کی۔

مقام

حضرت مولوی محمدؐ الدین صاحب کی یادداشت کے مطابق درزی خانہ والا کمرہ کلاس رُوم تھا مگر اس کے علاوہ پرانے صحن مدرسہ کا مشرقی کمرہ بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔

فیس: کالج میں کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ تعلیم الاسلام کالج، دوسال تک برابر کامیابی سے چلتا رہا۔ اس کے نتائج بھی عمدہ تھے مگر حکومت کے کالج یونیورسٹی کمیشن کی کڑی شرائط کے باعث اسے بند کردینا پڑا۔ تاہم حضرت امام الزمان علیہ السلام کی دعائیں قریباً چالیس سال بعد پھر رنگ لائیں اور 1944 میں قادیان میں ہی اس کا دوبارہ اجراء عمل میں آیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۲۱۔۳۲۴)

جستہ جستہ

برج خلیفہ

عجوبۂ روزگار تعمیرات میں مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کا حصّہ کسی سے کم نہیں۔اگرچہ مغلیہ دور میں تعمیر ہونے والا تاج محل اپنی مثال آپ ہے،مگر دنیا کی بلندترین عمارت کے طور پر دوبئی کا ''**برج خلیفہ**'' بھی ان دنوں ایک دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔یہ حال ہی میں تعمیر ہوا ہے۔ایک کلومیٹر سے کچھ ہی کم یعنی 828 میٹر بلند اس عمارت کی منزلوں کی تعداد 160 سے زائد ہے۔اس میں 57 تیز رفتار لفٹیں لگی ہوئی ہیں۔مرکزی لفٹ تو صرف ایک منٹ میں ہی دنیا کی اس بلندترین عمارت کے ڈیک پر پہنچا دیتی ہے۔پچھلے دنوں وہاں جا کر اس کی آخری منزل سے اردگرد کے خوبصورت مناظر دیکھنے کا موقع ملا۔آخری منزل پر واقع ڈیک اس خوبصورتی اور فنی مہارت سے بنایا گیا ہے کہ دوبئی کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کا تمام منظر اس سے بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔اوپر دیکھنے سے تاحدِّ نگاہ خوبصورت نیلا آسمان نظر آتا ہے جبکہ گراؤنڈ فلور کو انتہائی خوبصورت فواروں سے مزیّن کیا گیا ہے جو موسیقی کی دھن پر رقص کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

شیشے میں پری بند کرنے محاورہ سنا ہوا تو ضرور تھا مگر اس کا تمثیلی منظر بُرج خلیفہ میں مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔33ہزار سے زائد اقسام کی رنگا رنگ مچھلیوں پر مشتمل شیشے کے تالاب میں گویا جل پریاں تیر رہی تھی۔دیو مالائی قصوں میں پریوں کے ساتھ جنوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہاں بھی 400 خوفناک اور دیو ہیکل شارک مچھلیاں شاید اسی لئے رکھی گئی ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ ان شارک مچھلیوں کو انتہائی قریب سے دکھانے اور ان سے ملاقات کا انتظام بھی ہے اور وہ یوں کہ عین درمیان میں ایک شیشے کا راستہ تعمیر کیا گیا ہے جس میں سے گزرنا سلیمانی محل کو یاد دلاتا ہے۔

(آصف علی پرویز)

قطعہ

غم نہیں ہے کسی جدائی کا
ہاں اگر ہے تو یہ ملال مجھے
تیرا وعدہ تھا ناروے کا مگر
تُو نے چھوڑا ہے ناروال مجھے

(مبارک صدیقی)

سبز چائے کا ایک اور فائدہ

امریکی طبی ماہرین نے کہا ہے کہ سبز چائے پارکنس (رعشہ) کے علاج میں بھی کافی مددگار ثابت ہوئی ہے۔ان کے بقول سبز چائے میں ایک ایسا کیمیکل انٹی آکسی ڈنٹ پایا جاتا ہے جو کہ پہلے ہی کئی امراض کیلئے مفید ثابت ہو چکا ہے جبکہ اب اس کا ایک اور فائدہ سامنے آیا ہے کہ رعشہ بھی اس سے دور بھاگتا ہے۔

تم عدم ہو تو وجود کیا ہوگا؟

پنڈت ہری چند اختر اور عبدالحمید عدم سالہا سال بعد ایک مشاعرے میں اکٹھے ہوئے تو اختر عدم کو پہچان نہ سکے۔کیونکہ عدم بہت موٹے ہو چکے تھے۔اس پر عدم اُن سے مخاطب ہو کر بولے، پنڈت جی پہچانا مجھے؟ میں عدم ہوں۔موٹے تازے عدم کو دیکھتے ہوئے پنڈت ہری چند اختر کے منہ سے بے ساختہ نکلا،اگر تم عدم ہو تو وجود کیا ہوگا!

نماز ہی پڑھ رہا تھا لاحول تو نہیں

ایک روز مشہور شاعر مرزا داغ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک صاحب ان سے ملاقات کے لئے آئے۔اور اُنہیں نماز میں مصروف دیکھ کر اُلٹے پیروں لوٹ گئے۔داغ نے چونکہ ان کی آہٹ سُن لی تھی اس لئے سلام پھیر کر ملازم کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ دیکھو بھاگ کر جاؤ اور انہیں واپس لاؤ۔ملازم بھاگا بھاگا گیا اور اُن صاحب کو روک کر اپنے ساتھ لے آیا۔داغ نے کہا حضرت آپ آئے اور چلے بھی گئے آخر کیوں؟ ان صاحب نے اپنی فطری سادگی کے تحت جواب دیا چونکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اس لئے چلا گیا۔داغ نے بے ساختہ کہا صاحب میں نماز ہی تو پڑھ رہا تھا لاحول تو نہیں۔

غلط کو ''غلت'' لکھنا

اقبالؔ نے بچپن میں استاد کے املاء لکھوانے پر ''غلط'' کو''غلت'' لکھ دیا۔اس پر استاد بولے غلط ''ط'' سے لکھا جاتا ہے۔اقبال نے مسکراتے ہوئے کہا کہ غلط کو ''غلت'' ہی لکھا جائے تو ٹھیک ہوگا۔

زیادہ اچھا ہوتا

مولنا عبدالرحمن جامیؔ معروف شاعر تھے۔ایک دفعہ ایک مہمل گو شاعر جس کا حلیہ اس کے صوفی منش ہونے کی گواہی دیتا تھا،ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے سفر حجاز کی طویل داستان بیان کرتے ہوئے بولا:میں نے خانہ کعبہ پہنچ کر برکت کے خیال سے اپنے دیوان کو حجرِ اسود پر ملا تھا۔یہ سُن کر مولانا جامیؔ مسکرائے اور فرمایا،حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ تم اپنے دیوان کو آبِ زم زم میں دھوتے۔

کون زیادہ امیر

امریکی محکمہ خزانہ کے اعداد وشمار کے مطابق اس وقت امریکہ میں اخراجات کیلئے موجودہ نقد رقم تہتر کروڑ ڈالر ہے۔جبکہ اس مقابلے میں کمپیوٹر مصنوعات بنانے والی کمپنی ''ایپل'' کے پاس چھتر ارب چالیس کروڑ ڈالر نقد رقم کی شکل میں موجود ہیں۔امریکی حکومت اس وقت اپنی آمدن سے دوسو ارب ڈالر کے زائد اخراجات کر رہی ہے۔

(بی بی سی اردو ڈاٹ کام 30 جولائی 2011ء)

حضرت مصلح موعودؓ اور تعلیم الاسلام کالج کی دلچسپ یادیں

(مکرم سید ابوظفر نازش رضوی صاحب)

فروری 1955ء کے پہلے ہفتے میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے ارشاد پر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پروفیسر خان نصیر احمد خان لاہور تشریف لائے اور مولانا عبدالمجید سالک مرحوم ومغفور چودھری عبدالرشید تبسم ایم اے اور مجھے موٹر کار میں ربوہ لے گئے کہ وہاں کالج میں ایک انعامی مقابلہ تقاریر اور مشاعرہ کا انعقاد تھا جس میں ہماری شرکت ضروری سمجھی گئی۔ ربوہ میں اُس روز شام کو پہلے انعامی مقابلہ تقاریر ہوا جس میں ہم تینوں نے جج کے فرائض انجام دیئے اور پھر رات کو مولانا عبدالمجید سالک مرحوم ومغفور کی زیر صدارت مشاعرہ ہوا۔ یہ دونوں تقریبات بہت کامیاب رہیں۔

دوسرے دن حضرت صاحب نے بعد دوپہر ہم تینوں کو چائے پر یاد فرمایا۔ میں حضرت صاحب سے گزشتہ ملاقاتوں میں اُن کی بے مثال سیاسی بصیرت اور اسلام سے متعلق انتہائی غیرت کا تہ دل سے قائل ہو چکا تھا لیکن اس چائے پر ان کی زندگی کا ایک اور گوشہ میرے سامنے آیا جس سے میں ابھی تک قطعاً ناواقف تھا۔ اس گوشے کا تعلق لطافتِ طبع اور ذوقِ ادب سے تھا۔ چائے شروع ہوئی تو چند نوجوانوں نے مووی کیمرے سے حضرت صاحب سمیت ہم سب کی تصاویر لیں اور چند منٹ تک یہ نوجوان اس کمرے میں موجود رہے۔ پھر معلوم نہیں وہ از خود ہی چلے گئے یا حضرت صاحب نے اشارہ فرمادیا کہ وہ چلے جائیں۔ بہر حال اب ہم تینوں ادیب تھے اور حضرت صاحب اور کوئی نہ تھا۔ باتوں باتوں میں گزشتہ رات کے انعامی مقابلہ تقاریر اور مشاعرے کا ذکر آ گیا۔ مولانا سالک مرحوم نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی غیر معمولی انتظامی قابلیت کو بہت سراہا اور کہا کہ ''اگر اسی قسم کی متانت اور شائستگی قائم رہے تو ایسے ادبی اجتماع اکثر منعقد ہوتے رہنے چاہئیں۔ ان کی افادیت بہت ہے'' حضرت صاحب نے سالک صاحب مرحوم کی یہ تجویز پسند فرمائی۔ پھر ادبیات پر گفتگو شروع ہوگئی۔ مجھے اس بات سے سخت حیرت ہوئی کہ حضرت صاحب کا ادبی ذوق نہایت منجھا ہوا اور انتہائی دقیقہ رس ہے۔ ادب کی نازک لطافتوں کا ذکر آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کو ان پر صرف عبور ہی حاصل نہیں بلکہ یہ خود ان کی طبیعت کا حصہ ہیں۔ کسی نظام کا سربراہ یا کسی قوم کا پیشوا ہونا جدا بات ہے اور انتہائی لطیف ادبی ذوق کا حامل ہونا قطعی طور پر دوسری چیز ہے۔ پھر آپ کا اپنا کلام بھی بہت ہی بلند پایہ ہے۔

حضرت صاحب نے خواہش فرمائی کہ سالک صاحب اپنا کلام سنائیں۔ سالک صاحب نے پہلے تو معذرت چاہی پھر تعمیل حکم امر کے طور پر انہوں نے اپنے بیش قیمت اور پاکیزہ اشعار سنائے جو مکمل دو غزلوں پر مشتمل تھے۔ سالک صاحب کا کلام حضرت صاحب نے بہ دل پسند فرمایا۔ پھر مجھے ارشاد ہوا۔ میں نے بھی دو غزلیں پیش کیں۔ حضرت صاحب نے ان پر بھی اپنی خاص پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ بعدہ تبسم صاحب کی باری آئی۔ انہوں نے اپنی ایک وہ غزل پیش کی جس کا مصرعہ اولیٰ سماعت فرماتے ہی حضرت صاحب نے پہلو بدلا اور بالخصوص توجہ مبذول فرمائی۔ غزل کا مطلع یہ تھا:

اُسے کام کیا ہے سلوک سے کہ جو فیض یاب شہود ہے
جو نگاہ جلوہ شناس ہو تو نفس دلیل صعود ہے

تبسم صاحب نے یہ مطلع پڑھا تو حضرت صاحب بہت محظوظ ہوئے اور مکرر پڑھنے کو فرمایا:

پھر ہم نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے کلام سے ہمیں مستفیض فرمائیں۔ اس پر حضور نے فرمایا:

''آپ حضرات شاعری کی نیت سے شعر کہتے ہیں۔ اس لئے آپ شاعر ہیں۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ تبلیغ کی خاطر ہوتا ہے ہم اُسے شاعری نہیں سمجھتے''۔

سالک صاحب یہاں بھی مزاح سے نہ چوکے فوراً بول اُٹھے۔ ''میں اور نازش غیر احمدی ہیں۔ آپ ہمیں تبلیغ فرمائیں''۔ اس پر حضرت صاحب مسکرائے اور از راہِ کرم اپنے چند بلیغ اشعار فرمادیئے جنہیں سن کر ہم بہت لطف اندوز ہوئے۔

میری درخواست پر حضرت صاحب نے اپنی چھوٹی تقطیع کی ایک کتاب ''کلام محمود'' اپنے دستخط ثبت فرما کر مجھے مرحمت فرمائی جواب تک میرے پاس محفوظ ہے۔

(ماہنامہ انصار اللہ سیدنا مصلح موعود نمبر ۲۰۰۹ء۔ بحوالہ ماہنامہ تحریک جدید ربوہ۔ فروری ۲۰۱۲ء صفحہ ۲۵)

سائن لینگویج کو ٹیکسٹ میں تبدیل کرنے والی ٹیکنالوجی

ایبرڈین کے سائنسدان تیار کررہے ہیں بہروں کو مدد ملے گی

لندن (نیوز ڈیسک) ایبرڈین کے سائنس دان سائن لینگویج (اشاروں کی زبان) کو ٹیکسٹ میں تبدیل کرنے والی ٹیکنالوجی تیار کررہے ہیں۔ پورٹ ایبل سائن لینگویج ٹرانسلیٹر لیپ ٹاپ اور فون جیسے آلہ جات پر کیمرہ استعمال کرے گا اور ایک ایپ حرکات کو ٹیسٹ کیلئے ترجمہ کرے گا جو پڑھا جا سکے گا۔ یہ ٹیکنالوجی ان لوگوں کیلئے ہے جو سائن لینگویج نہیں سمجھتے۔ اس کام کے پس منظر یونیورسٹی آف ایبرڈین سے منسلک ٹیکنا بلنگ کے کمپیوٹنگ سائنس دان سرگرم ہیں۔ ان کے سائن فوری ٹیکسٹ میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور وہ شخص پڑھ سکتا ہے جس سے بات چیت کی جارہی ہو۔ ٹیکنالوجی کا ایک اہم مقصد بہرے نوجوانوں کیلئے ملازمت کے مواقع بہتر بنانا ہے۔ (روزنامہ جنگ لندن 13.3.12)

ڈیسک پر طویل وقت کیلئے بیٹھنا ملازمین کی صحت کیلئے نقصان دہ ہے، ماہرین

لندن (پی اے) پیشہ ورانہ ماہرین نفسیات نے کہا ہے کہ کام کے دوران لمبے وقت تک بیٹھنا ملازمین کی دماغی اور جسمانی صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔ یہ بات ایک نئی سٹڈی کے خاطر میں بتائی گئی ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ دفتری ملازمین روزانہ اوسطاً پانچ گھنٹے اور 41 منٹ اپنے ڈیسک پر بیٹھے ہوئے گزارتے ہیں۔ اور یہ وقت ان کے رات کے سونے کے وقت کے تقریباً برابر ہے۔ ایک ہزار ملازمین سے کئے گئے اس سروے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو افراد کام کے دوران طویل وقت تک بیٹھے رہتے ہیں وہ گھر میں بھی زیادہ وقت بیٹھے ہوئے گزارتے ہیں۔ لاف بروبونیورسٹی کے ماہرین نفسیات ڈاکٹر میانا ڈنگین، عادل قاضی اور پروفیسر چیر ہسلم جنہوں نے یہ سٹڈی کی کا کہنا ہے کہ طویل وقت کیلئے ڈیسک پر بیٹھنا ملازمین کی دماغی اور جسمانی صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔ ڈاکٹر ڈنگین کا کہنا ہے کہ کسی کو اس بات کیلئے نفسیات دان کی ضرورت نہیں کہ اس سے کہا کرے کہ اٹھو اور چہل قدمی کرو تاہم اگر کوئی سمجھتا ہے کہ کسی کو اس سے فائدہ ہوگا تو بہتر ہے کہ وہ اپنے کمپیوٹر میں یاد دہانی کیلئے پوسٹ ان نوٹ لکھ دے۔ ان کا کہنا ہے کہ کسی کا اُٹھ کر اپنے دفتری ساتھی کے پاس جا کر اس سے روبرو بات چیت کرنا، اسے ای میل کرنے سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ یہ ریسرچ آج برٹش سائیکالوجیکل سوسائٹی کے سالانہ پیشہ ورانہ نفسیاتی کانفرنس میں پیش کی جائے گی۔

(ڈیلی جنگ لندن۔ مورخہ 14 جنوری 2012)

میرے مامن کو کب ہوں گے وہ نگہدار نصیب

اے وطن جب بھی تجھے میری ضرورت ہوگی
میری ہر سانس تحفظ کی ضمانت ہوگی
میں کہ اِک راندۂ درگاہ ترا ٹھہرا ہوں
دیکھنا مجھ سے ہی اک دن تری زینت ہوگی
جاگزیں قائد اعظم کے ارادوں میں جو تھی
تیری عظمت کی ضمانت وہی قوت ہوگی
میرے مامن کو کب ہوں گے وہ نگہدار نصیب!
جن کی آنکھوں میں حیا اور مروت ہوگی
اب تو ہر لحہ قیامت کی طرح گزرے ہے
کون کہتا تھا کہ اک روز قیامت ہوگی
کم سوادوں کی بن آئے گی خبر تھی نہ ہمیں
خاک پا عزت و توقیر و شرافت ہوگی
ہوگی بد خواہوں کے ہاتھوں میں عنان تقدیر
جبر کے رحم پہ مجبور کی عزت ہوگی
ہوگا ہر جاہل مطلق کو یہاں غیب کا علم
منکشف اس پہ ہر اک قلب کی حالت ہوگی
اب کوئی جنس صداقت کا طلبگار نہیں
سچ جو بولے گا اسے خود سے ندامت ہوگی
اب حقائق بھی بدلنے لگے یارانِ وطن
اس سے بڑھ کر کہاں توہین صداقت ہوگی
ذکر محبوب پہ کٹتی ہے زباں دیکھئے تو
یہ نہ سوچا تھا کہ اک روز یہ صورت ہوگی
جہاں مذہب ہو ریاکاری، عقیدہ ہو فریب
کیسے کہہ دوں کہ وہاں بارشِ رحمت ہوگی
ما سوا کذب و ریا کون خریدے گا اسے
سرِ بازار جو نیلام سیاست ہوگی
"مالک الملک" کو روداد سناؤں گا وہیں
سنتے ہیں حشر میں بے لاگ عدالت ہوگی
اُس سے بڑھ کر ہے بھلا کون علیم اور خبیر
"میں اگر عرض کروں گا تو شکایت ہوگی"

(ثاقب زیروی)

بڑھاپے کے ساتھ ساتھ انسان کی خوشیوں کی سطح بڑھتی رہتی ہے۔(تحقیق)

اس عمر میں انسان خواب دیکھنا چھوڑ دیتا ہے، پہلے بھی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے

لندن۔(نیوز ڈیسک) بڑھاپا بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان پہلے کے مقابلے میں زیادہ خوش رہنے لگتا ہے کیونکہ وہ خواب دیکھنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بات بی بی سی نے اپنی رپورٹ میں بتائی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس مشہور خیال کے برعکس کہ بڑھاپے میں انسان چڑچڑا رہتا ہے، تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ انسان جیسے جیسے بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس قدر وہ پہلے سے زیادہ خوش رہنے لگتا ہے۔ تحقیق کے مطابق اگرچہ درمیانی عمر کے بعد انسان کی جسمانی حالت تنزل کی جانب رواں ہوتی ہے تاہم اس کا ذہنی اطمینان بڑھتا جاتا ہے۔ برطانیہ اور امریکہ میں ۱۰ ہزار سے زیادہ افراد پر کی گئی اس تحقیق نے اس سے قبل کی ایک تحقیق کو بھی درست ثابت کیا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ خوشیوں کی سطح انگریزی لفظ یو کی شکل بناتا ہے۔ پینتالیس برس کے عمر کے قریب خوشیاں کم ترین سطح پر ہوتی ہیں اور اس کے بعد بڑھنا شروع ہوجاتی ہیں۔ نئی تحقیق کی طرز زندگی اور صحت کی صورتحال اور ان چیزوں کا ان کی زندگی کے ذہنی وجسمانی معیار اور صحت کی صورتحال سے تعلق کا تجزیہ کیا۔ معیار زندگی کو جانچنے کیلئے آٹھ عوامل کو استعمال کیا گیا جن میں عام صحت کی سوچ اور جسمانی سرگرمیاں اور ذہنی صحت شامل تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بڑھاپے میں لوگوں کی زندگی کا ذہنی معیار پہلے سے بہتر ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ان کی جسمانی صلاحیتوں میں کمی آجاتی ہے۔

چہرے کے تاثرات انسان کے اندر کی حقیقت عیاں کرتے ہیں

سائنس دانوں نے 52 افراد کا تجزیہ کیا 26 جھوٹوں کو بعد میں قتل کے جرم میں سزائیں ہوئیں

لندن (جنگ نیوز) چہرے کے تاثرات انسان کے اندر کی حقیقت عیاں کرتے ہیں سائنسدان بھی اب اس سے متفق ہیں۔ ریسرچر نے انسانی چہرے کے پانچ مسلز کا تجزیہ کیا جس میں لوگوں کے مختلف ردعمل اور غم وغیرہ کو بھی جانچا گیا۔ جھوٹ بولنے والوں کے چہرے کے تاثرات دوسروں سے مختلف تھے۔ ماہرین نفسیات نے مختلف ملکوں کے ٹیلی ویژن پر آنے والے 52 افراد کے چہروں کی حرکات کا باریک بینی سے تجزیہ کیا جن میں برطانیہ کے لوگ بھی شامل تھے۔ یہ افراد لاپتہ لوگوں کی واپسی کی اپیل کررہے تھے ان میں سے نصف جھوٹ بول رہے تھے جن کو بعد میں قتل کے جرم میں سزائیں ہوئیں ریسرچرز کا کہنا ہے کہ ان میں 26 جھوٹے اور 26 سچے لوگ تھے۔ تمام جھوٹے افراد کو ان کے جسمانی بشمول ڈی این اے شواہد پر سزائیں ہوئیں۔ اس ریسرچ سے یہ ثابت ہوا کہ فرشتہ صفت چہرہ سچائی کا مظہر ہوتا ہے۔ جھوٹے اپنے چہرے کے تاثرات کو کنٹرول نہیں کرسکتے۔

(روزنامہ جنگ لندن۔20 مارچ 2012)

1954ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی تعمیر مکمل ہونے پر ایک یادگار تاریخی تصویر

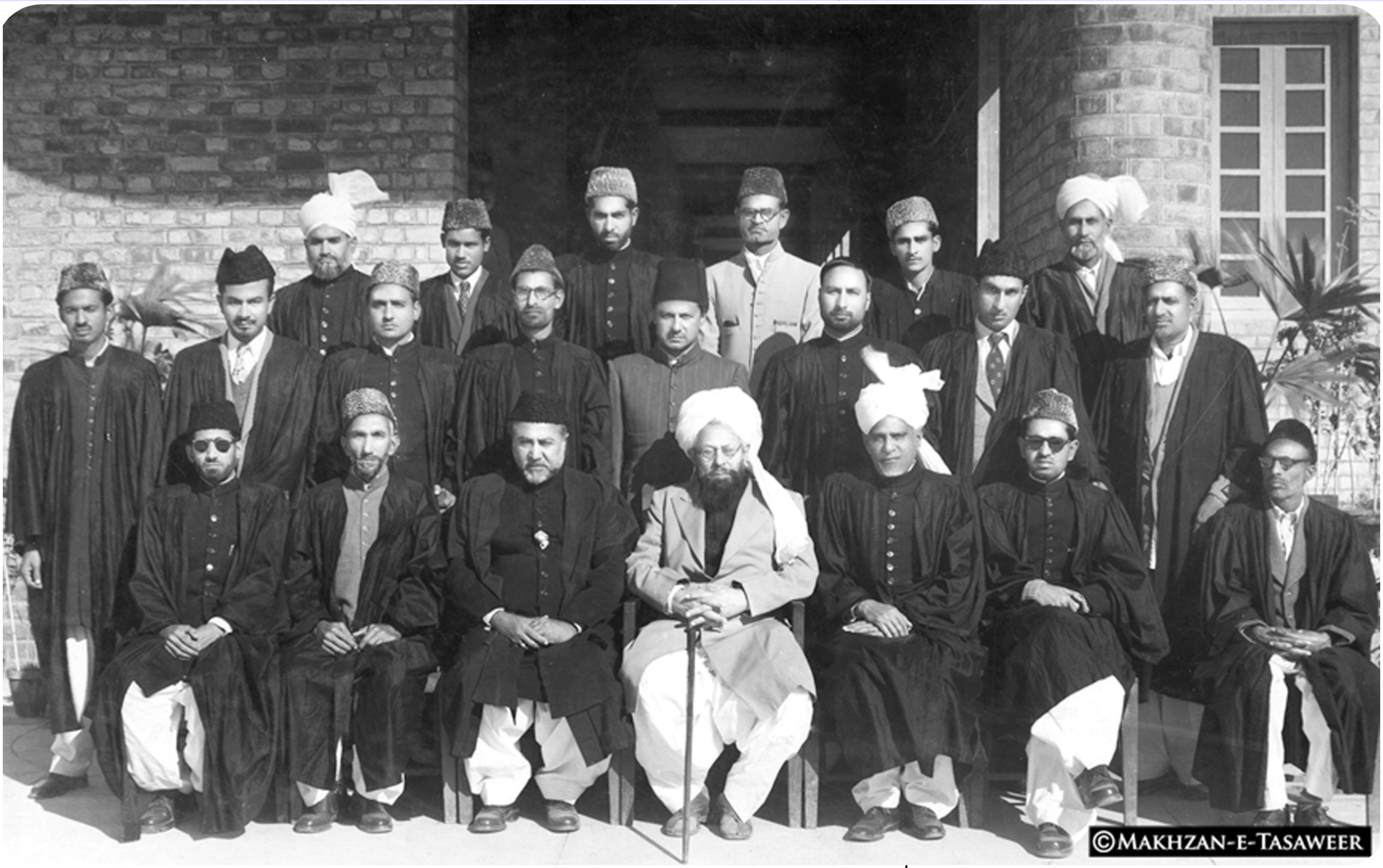

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہمراہ پرنسپل اور اساتذہ کا گروپ فوٹو

شعری مغالطے، اصل کیا ہے؟

(ڈاکٹر ایس ایم معین قریشی)

☆میر تقی میرؔ کا ایک بہت مشہور شعر عام طور پر یوں پڑھا جاتا ہے ۔

سرہانے میرؔ کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

مستند کتابوں میں یہ شعر اس طرح درج ہے ۔

سرہانے میرؔ کے کوئی نہ بولو
ابھی ٹُک روتے روتے سو گیا ہے

☆ایک شعر اپنی درست شکل میں اس طرح ہے ۔

راہِ دُورِ عِشق میں روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

☆اب کچھ ذکر مرزا نوشے کا ہو جائے۔ وہ بھی تحریفِ اشعار کی بِدعت سے نہ بچ سکے۔ اور ان کے کھاتے میں بھی بعض اشعار خوامخواہ ڈال دیے گئے۔ مثلاً یہ مقبولِ عام شعر:

تنگ دستی اگر نہ ہو غالب
تندرستی ہزار نعمت ہے

یہ شعر مرزا قربان علی بیگ سالکؔ (1824 - 1880) کا ہے۔ یہ مومن اور غالب دونوں کے شاگرد رہے ہیں۔

☆ایک بہت زیادہ پڑھا جانے والا شعر ہے ۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

مولانا غلام رسول مہرؔ کی مرتب کردہ ''نوائے سروش'' اور دیگر تمام کتابوں میں یہ شعر اس طرح ملتا ہے:

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

☆ایک شعر کا صرف ایک مصرع مشہور ہے اور وہ بھی اس طرح:

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

جہاں دار شاہ جہاں دار (1788 - 1752) کا مکمل شعر اس طرح سے ہے ۔

آخر گِل اپنی صرفِ درِ میکدہ ہوئی
پہنچے وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر ہو

☆ آخر میں ایک دلچسپ شعر کا تذکرہ۔ غالباً یہ اردو کا واحد ضرب المثل شعر ہے جس کی تخلیق میں دو کلاسیکل اساتذہ نے حصہ لیا۔ اس کی روداد مولانا محمد حسین آزادؔ سے ہم تک پہنچی۔ آپ "آبِ حیات" میں رقمطراز ہیں ۔ ایک دن میر انشاء اللہ خان، جرأتؔ سے ملاقات کو آئے دیکھا تو سر جھکائے بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں۔ پوچھنے پر انہوں نے کہا ایک مصرع خیال میں آیا ہے چاہتا ہوں کہ مطلع ہو جائے۔ انشاءؔ نے پوچھا کہ کیا ہے؟ جرأتؔ نے پڑھ دیا:

اس زلف پہ پھبتی شبِ دیجور کی سوجھی

انشاءؔ نے فوراً کہا ''اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی''
جرأت ہنس پڑے اور اپنی لکڑی اٹھا کر انشاءؔ کے پیچھے دوڑے (واضح رہے کہ جرأتؔ نابینا تھے)

(روزنامہ جنگ 15.9.11)